JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 42, Issue No.01

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Asif
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 333 6062921

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
muhammadasif12@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

TITLE OF THE PAPER

مغربی تہذیب وثقافت: اکبرالہ آبادی اور اقبال کے نظریات کا جائزہ

AUTHOR(S)

* **Muzammil Ameen**
Ph.D Scholar, Dept. of Iqbal Studies, Islamia University, Bahawalpur
** **Farah Noreen**
Instructor Urdu, Govt. Graduate College of Commerce, Bahawalnagar
*** **Dr. Muhammad Asghar Sial**
Assistant Professor, Dept. of Iqbal Studies, Islamia University, Bahawalpur

CONTACT

* muzammilameen789@gmail.com
** shafughati@gmail.com
*** muhammadasghar@iub.edu.pk

HISTORY OF THE PAPER

Received on: May 12, 2026
Accepted on: June 30, 2026
Published on: June 30, 2026

DETAIL(S)

Volume No. 42, Issue No. 01, Page No: 63-81
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2026. ©Journal of Research (Urdu) 2026.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

* مزمل امین ** فرح نورین *** ڈاکٹر محمد اصغر سیال

مغربی تہذیب و ثقافت: اکبر الہ آبادی اور اقبال کے نظریات کا جائزہ

Western civilization and culture: In the light of the thoughts of Iqbal and Akbar Allahabadi

ABSTRACT
This study examines the dynamics of Western civilization and culture through the intellectual lens of Allama Iqbal and Akbar Allahabadi, two seminal thinkers who critically engaged with the socio-cultural transformations of the modern age. The article begins by clarifying the conceptual foundations of civilization (tahzeeb) and culture (saqafat), outlining their historical evolution, essential components, and the distinctions that separate their domains. Civilization is explored as the collective expression of material progress, institutional development, and social organization, while culture is treated as the spiritual, moral, aesthetic, and intellectual fabric of a society. Against this theoretical backdrop, the paper defines Western civilization and culture, highlighting the forces of industrialization, rationalism, secularism, and individualism that shaped the modern West. The core of the study investigates how Iqbal and Akbar Allahabadi responded to Western modernity. Both thinkers acknowledged certain strengths of the West—such as discipline, scientific inquiry, and organizational efficiency—recognizing their potential value for the Muslim world. However, their larger critique centered on the moral, spiritual, and cultural disruptions caused by blind imitation of Western norms. Iqbal emphasized the reconstruction of the Muslim self, advocating selective appropriation of Western knowledge while retaining Islamic metaphysical and ethical foundations. Akbar Allahabadi, through satire and socio-political commentary, exposed the contradictions of colonial modernity and cautioned Muslims against losing their identity to Western cultural dominance. Together, their perspectives present a balanced framework—one that neither rejects the West wholesale nor accepts it uncritically. The article concludes that the thought of Iqbal and Akbar provides a meaningful intellectual model for contemporary Muslim societies striving to navigate globalization. Their insights offer a pathway for harmonizing modern progress with cultural authenticity, ensuring that development does not come at the cost of spiritual and moral erosion..

KEYWORDS
Iqbal, Akbar Allahabadi, western civilization & culture, Muslim identity, modernity, cultural critique, colonial influence, reconstruction of thought, East-West relations.

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ لفظ ''مہذب''(شائستہ، تربیت یافتہ) سے نکلا ہے اور کسی قوم کی ترقی اور بلند معیار زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ تہذیب ایک جامع تصور ہے جو انسان کی ثقافتی، سماجی، اخلاقی اور فکری ترقی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نہ صرف رسم ورواج اور ظاہری اطوار کا نام ہے بلکہ عقائد، اخلاقیات، زبان، آرٹ، علم وادب اور طرز زندگی کا مجموعہ ہے۔ انگریزی میں تہذیب کے لیے civilization کے لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کے معنی درستی، اصلاح اور تربیت کے ہیں۔ تہذیب انسانی معاشرے کی وہ خصوصیت ہے جس کی امتیازی خصوصیت معاشرتی، تمدنی، تکنیکی اور ذہنی ترقی ہوتی ہے۔ سید احمد دہلوی فرہنگ آصفیہ جلد اول میں تہذیب کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

> ''تہذیب کا مطلب: آراستگی، صفائی، پاکی، درستی، اصلاح، شائستگی، خوش اخلاقی، اہلیت، لیاقت، آدمیت، تربیت، شرافت، انسانیت کے ہیں۔''(1)

تہذیب ایک فرد کی ہی نہیں بلکہ پورے معاشرے کی فکری سطح کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ صدیوں کے مشاہدات تجربات اور اقدار کا نچوڑ ہوتی ہے۔ تہذیب صرف ایجادات اور عمارتوں کا نام نہیں بلکہ کسی قوم کے محسوس کرنے سوچنے، اور زندگی گزارنے کا ایک جامع اور ترقی یافتہ طریقہ کار ہے۔ ہر قوم کی الگ تہذیبی شخصیت ہوتی ہے۔ اس شخصیت کے بعض پہلو دوسری تہذیبوں سے مختلف ہوتے ہیں اور بعض دوسری تہذیبوں سے ملتے جلتے لیکن بعض ایسی انفرادی خصوصیات ہوتی ہیں جو ایک قوم کی تہذیب کو دوسری اقوام کی تہذیبوں سے ممتاز اور الگ کرتی ہیں۔ ہر قومی تہذیب اپنی انفرادی خصوصیات سے پہچانی جاتی ہے۔ ڈاکٹر مظفر عباس تہذیب کے بارے لکھتے ہیں:

> ''تہذیب کائنات میں انسانی ذہن کے ارتقا کی شارح اور انسان کی تخلیقی قوتوں کے اظہار کا استعارہ ہوتی ہے''(2)

تہذیب کا لفظ انسان کی تربیت، فکری بالیدگی اور سلیقہ شعاری کو اجاگر کرتا ہے۔ تہذیب کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ یہ فرد کے انفرادی رویے کو اجتماعی زندگی کے دائرے میں ڈھالتا ہے۔ تہذیب انسان کو محض ہنر یا علم نہیں سکھاتی بلکہ اس کو معاشرتی ذمہ داری، حسن اخلاق، دوسروں کے ساتھ برتاؤ اور جینے کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک تہذیب محض زیبائش حیات یا فنون لطیفہ کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کی خارجی وداخلی شخصیت کی تطہیر کا ذریعہ ہے۔ سبط حسن ''پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء'' میں تہذیب کے بارے لکھتے ہیں:

"ہر قوم کی ایک تہذیبی شخصیت ہوتی ہے۔ اس شخصیت کے بعض پہلو دوسری تہذیبوں سے ملتے جلتے ہیں لیکن بعض ایسی انفرادی خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ جو ایک قوم کی تہذیب کو دوسری سے الگ اور ممتاز کرتی ہیں ہر قومی تہذیب اپنے انہی انفرادی خصوصیتوں سے پہچانی جاتی ہے۔"(3)

تہذیب کا ایک اہم پہلو تاریخی شعور و اخلاقیات ہے۔ کسی تہذیب کی بقاء کے لیے تاریخی شعور نہایت ضروری ہے۔ وہ اقوام جو اپنی روایات، تاریخ اور اجداد کو یاد رکھتی ہیں وہ تہذیب کے تسلسل کو بھی برقرار رکھتی ہیں یعنی تہذیب ایک شعوری، تدریجی اور مربوط عمل کا نام ہے جو اجتماعی و انفرادی سطح پر ان عوامل سے تشکیل پاتا ہے۔ کسی بھی مہذب معاشرے کی شناخت اس کے افراد کی دیانت داری، سچائی، ہمدردی عدل اور اخلاقی رویے سے ہوتی ہے۔ اگر تہذیب کو ایک جسم تصور کیا جائے تو اخلاقیات اس کی روح کی مانند ہے۔ ڈاکٹر سید صفدر حسین اپنی کتاب لکھنو کی تہذیبی میراث میں لکھتے ہیں:

"کسی اخلاقی نظام کے بغیر تہذیب کا وجود ممکن نہ ہوتا۔"(4)

تہذیب ایک جامد چیز نہیں بلکہ یہ مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ معاشروں کی رسومات، نظریات، خیالات اور ضروریات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور تہذیب ان تبدیلیوں کو جذب کرتے ہوئے نئے روپ اختیار کرتی ہے لیکن اس ارتقاء کا مطلب یہ نہیں کہ پرانی اقدار کو ترک کیا جائے بلکہ اصل تہذیب وہی ہے جو نئی اور پرانی روایات کو ہم آہنگی سے جوڑے رکھے۔ علامہ اقبال نے بھی تہذیبی ارتقا کو وقت کے تقاضوں کے مطابق روحانی شعور اور خودی کی بیداری سے جوڑا۔ ان کے نزدیک جو تہذیب محض تقلید پر اصرار کرتی ہے وہ مٹ جاتی ہے لیکن اگر وہ اپنے جوہر فطرت کو قائم رکھتے ہوئے ترقی کرتی ہے تو وہ زندہ رہتی ہے۔ اقبال اس بارے فرماتے ہیں:

گر ہنر میں نہیں تعمیر خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری و نائے و سرود!(5)

ثقافت (Culture) کسی بھی معاشرے کہ لوگوں کے رسم ورواج، قوانین، فنون، طرز زندگی، علم، عقائد اور صلاحیتوں کا مجموعہ ہے جو ایک دوسرے سے انہیں ممتاز کرتی ہے۔ یہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتی ہے جس میں رویے، خوراک، لباس اور زبان شامل ہیں جو فرد اپنے معاشرے اور خاندان سے سیکھتا ہے۔ یہ وقت کے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

ساتھ بدل بھی سکتی ہے۔ ثقافت ایک قوم اور گروہ کی انفرادی شناخت کو ظاہر کرتی ہے اور یہ معاشرے میں اقدار اور رویوں کے لیے رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ دنیا میں مختلف ثقافتیں ہیں اور ثقافتی تنوع (Cultural Diversity) معاشرے کو مضبوط بناتا ہے۔ ای۔ بی۔ ٹیلر ثقافت کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

> "ثقافت سے مراد وہ علم، فن، اخلاقیات، قانون، رسوم ورواج، عادات، خصلتیں اور صلاحیتوں کا مجموعہ ہے جو کوئی اس حیثیت سے حاصل کر سکتا ہے کہ وہ معاشرہ کا ایک رکن ہے۔"(6)

ثقافت ایک عربی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد کسی قوم یا معاشرے کی تہذیب ہے۔ انسان معاشرت اور ثقافت کے سیکھنے کے عمل کے ذریعے ثقافت حاصل کرتا ہے جو معاشروں میں ثقافتوں کے تنوع سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک ثقافتی معیار معاشرے میں طرز عمل کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ لباس زبان رویے اور طرز عمل کے لیے رہنما اصول کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ ایک معاشرے میں توقعات کے نمونے کے طور پر کام کرتا ہے۔ جیکسن اس بارے لکھتے ہیں:

> "کسی سماجی گروہ میں صرف ایک مونو کلچر کو قبول کرنا خطرات کو برداشت کر سکتا ہے، جس طرح ایک واحد نوع ماحولیاتی تبدیلی کے سامنے مرجھا سکتی ہے، تبدیلی کے لیے عملی ردعمل کی کمی کی وجہ سے۔"(7)

ثقافت کو بشریات میں ایک مرکزی تصور سمجھا جاتا ہے جس میں مظاہر کی وہ حد شامل ہوتی ہے جو انسانی معاشروں میں سماجی تعلیم کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔ ان میں ٹیکنالوجی، مذہب، رسم، ڈانس، میوزک اور آرٹ جیسے آلے کا استعمال کپڑے، پناہ گاہ اور کھانا پکانا شامل ہیں۔ قومی اردو لغت میں ثقافت کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

> "ثقافت (culture) کا مفہوم تہذیب، کاشت، تہذیب کا جمالیاتی وذہنی حاصل، کسی قوم یا عہد کے حوالے سے تہذیب کا ایک خاص ارتقائی درجہ یا حالت ہے۔"(8)

بعض اہل علم نے کلچر کو تہذیب کی اصل قرار دیا ان کے مطابق کلچر کی تبدیلی کے ساتھ تہذیب بدلتی ہے۔ کلچر شخصیت کے بے محابہ اظہار کی ایک سورت ہوتی ہے یہ ایک تخلیقی اٹھان ہے اور اس کا وجود خلاق شخصیتوں کا مرہون ہے۔ مگر جب یہ تخلیقی اٹھان معاشرے کے رگ وپے میں سرایت کرنے کے بعد قدرتی طور پر رقیق ہو جائے تو یہ "تہذیب" کہلاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کلچر نئی اقدار کے اظہار کی ایک صورت ہے جب کہ ان اقدار

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

کے عوامی سطح پر قبول ہونے کا عمل تہذیب کا عمل ہے۔وزیر آغا کلچر کے خدو خال میں یوں رقمطراز ہیں:

> "کلچر اور تہذیب، دراصل انسانی ارتقاء کی دو سطحیں ہیں۔ایک تخلیقی سطح اور دوسری تقلیدی۔ کلچر کی سطح، تموج اور جست کی سطح ہے جبکہ تہذیب کی سطح پھیلاؤ، جذب اور تقلید کی سطح ہے۔"(9)

ثقافت یا کلچر کی اصطلاح میں انسان کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہے۔ماہرین علم بشریات اس اصطلاح کا استعمال انسان کی مختلف سرگرمیوں مثلاً زندگی کی مختلف اشیاء بنانے کے اوزار وغیرہ پر کرتے ہیں۔اس صورت میں یہ سرگرمیاں مادی کلچر کی مختلف صورتیں ٹھہرتی ہیں۔آج کے ذہن کے مطابق کلچر سے مراد وہ شائستہ معاشرہ ہے جس میں عمدہ عادات واطوار اور درست ومعیاری طرز تکلم موجود ہو۔ایک ان پڑھ آدمی جو ان تمام اوصاف سے خالی ہو وہ بد تہذیب ہی قرار دیا جائے گا۔

جس طرح مختلف علاقوں میں ایک معمولی کیڑے سے بڑے ممالیے تک ہر زندہ شے پر لفظ حیوان کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح کلچر کی اصطلاح بھی ابتدائی انسان کی ذہانت کی سرگرمیوں سے جدید شہری زندگی کے اعلیٰ ترین حلقوں تک استعمال ہوتی ہے۔ کلچر کا مقصود انسان کی اندرونی وبیرونی ترقی اور حصول کمال ہے۔تہذیب اور ثقافت کی اصطلاحات مشرقی اہل علم کے ہاں بھی غلط مبحث کا باعث بن رہی ہیں بعض اہل علم کے نزدیک اقبال کے ہاں بھی ثقافت اور تہذیب میں کوئی فرق نہیں۔لہذا جب تک تہذیب اور ثقافت کی مختلف جہات کو پیش نظر نہ رکھا جائے گا تو ان میں واضح امتیاز پیدا نہیں ہو سکتا ڈاکٹر وزیر آغا اس بارے یوں رقم طراز ہے:

> "ہمارے ہاں ثقافت کے زیادہ تر مباحث، محض اس لیے نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکے کہ بحث کرنے والوں نے ثقافت، تہذیب اور تمدن کی حدود کا تعین نہیں کیا۔اکثر لوگ تہذیب کو انگریزی لفظ کلچر (culture) کے مترادف سمجھتے ہیں اور دوسرے ہی لمحے تہذیب کو تمدن کا روحانی پہلو قرار دے ڈالتے ہیں جس سے بات الجھ جاتی ہے۔میں اپنے اس مضمون میں کلچر کو کلچر یا ثقافت، سویلائزیشن کو تہذیب اور اربن کلچر (urban culture) کو تمدن کے معنوں میں استعمال کروں گا۔۔۔اس توقع کے ساتھ کہ ایسا کرنے سے میرے موقف کے سلسلے میں کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہے گی۔"(10)

مغربی تہذیب ایک ایسی اقتصادی، سیاسی، سماجی اور فکری نظام کا مجموعہ ہے جس نے بنیادی طور پر یورپ

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

خصوصاً مغربی یورپ میں نشو نما پائی اور بعد ازاں آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ اور دیگر خطوں میں پھیل گئی۔ اس تہذیب کی بنیادیں صنعتی انقلاب، روشن خیالی اور نشاۃ ثانیہ جیسے بڑے تاریخی ادوار میں رکھی گئیں۔ مغربی تہذیب کو عموماً مادہ پرستی، قانون کی حکمرانی، جمہوریت، سیکولرزم، انفرادی آزادی اور سائنسی ترقی کے رجحانات کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔

مغربی تہذیب نے انسان کو علم و عقل کی بنیاد پر کائنات کو سمجھنے کی ترغیب دی اور سائنسی تحقیق کو ترقی دی لیکن اس کے ساتھ ہی اس تہذیب نے روحانیت اور مذہب کو نجی معاملات تک محدود کر دیا۔ مغرب نے دنیا کو عمرانیات، ٹیکنالوجی، طب، انجینئرنگ اور دوسرے شعبہ جات میں بے شمار ترقیات سے روشناس کرایا مگر اس کے ساتھ ساتھ اس نے روحانی اقدار، خاندانی نظام اور اخلاقی اقدار کو شدید نقصان بھی پہنچایا۔ مغربی تہذیب کا ارتقا اس میں مادیت کے غلبے کی نشاندہی کرتا ہے اور مادیت کی بنیاد پر فروغ پذیر اور ابھرنے والی تہذیب کس انجام سے دوچار ہو گی۔ مغربی تہذیب نے اقدار کے نظام کو تہہ و بالا کر دیا۔

مغربی تہذیب اور مغربی نظام کے عالمی سطح پر فروغ پذیر ہونے کے نتیجے میں آفاقی تہذیب کے نمودار ہونے کا تصور پیدا ہوا۔ مغربی مفکرین نے یہ تصور عام کیا کہ اب نوع انسانی ثقافتی طور پر قریب تر آ رہی ہے اور پوری دنیا میں اقوام مشترکہ رواج، رجحانات، عقائد، اقدار اور اداروں کو اپنا رہی ہیں۔ مغربی تہذیب کی فکری بنیادیں مادہ پرستی (Materialis)، سیکولرازم (Secularism)، انسانی مرکزیت (Humanism) اور عقل پرستی (Rationalism) جیسے نظریات پر استوار ہیں۔ ان نظریات نے مغرب میں نہ صرف ایک نئی طرز زندگی کو فروغ دیا جس میں انسان کو کائنات کا مرکز و محور قرار دیا گیا بلکہ ہر شے کو انسانی خواہشات و فہم کے تابع بنا دیا گیا۔ محمد ذکی "مغربی تہذیب آغاز و انجام" میں اس بارے لکھتے ہیں:

> ”مغرب نے کائنات، صنعت و حرفت، ریاضی و انجینئرنگ کے علوم میں کامیابی کی اعلیٰ منازل طے کیں، ایجادوں پر ایجادیں کرتا رہا۔“(11)

فلسفیوں اور سائنس دانوں نے کائنات کو انسانی عقل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں بلا شبہ سائنسی ترقی تو ہوئی مگر روحانی اور مذہبی اقدار کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔ مادہ پرستی نے دنیا کو ایک ایسی سوچ دی جس میں خوشی اور کامیابی کو صرف مادی اشیاء سے وابستہ کیا گیا۔ دنیاوی ترقی، جسمانی لذت، آسائش اور دولت کو مقصد زندگی بنا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

لیا گیا۔ اس نظریے نے مغربی معاشروں میں روحانیت کو فرسودہ اور غیر اہم قرار دیا۔ جس کا اثر باطنی سکون، خاندانی نظام اور انسانی تعلقات پر بھی پڑا۔

سیکولرازم نے مذہب اور ریاست کو الگ کر دیا اور اس تصور کے تحت مذہب کو معیشت، حکومت، قانون سازی اور تعلیم جیسے شعبہ جات سے باہر نکال دیا گیا اگرچہ اس سے مذہبی اقلیتوں کو تو تحفظ ملا مگر اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اخلاقی نظام مذہب کی بنیاد سے کٹ کر محض انسانی خواہشات پر مبنی ہو گیا جس سے اخلاقی اقدار کمزور ہوتی گئیں۔

مغربی تہذیب کی سب سے نمایاں خصوصیات میں سے ایک سائنسی ترقی بھی ہے۔ مغرب نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں انجینئرنگ، طب آئی ٹی، حیاتیات اور کیمیا جیسے شعبہ جات میں حیرت انگیز ترقی حاصل کی۔ سائنسی ترقی نے مغربی تہذیب کو دنیا پر غلبہ دلانے میں مدد فراہم کی۔ مغرب نے اپنی صنعتی پیداوار کو بڑھایا دفاعی طاقت کو ترقی دی اور اقتصادی نظام کو مضبوط کیا۔ اس کے نتیجے میں مغربی اقوام نے دیگر اقوام پر معاشی فکری اور عسکری تسلط حاصل کیا۔

مغرب نے سائنس کو مذہب سے جدا کر کے محض دنیاوی فوائد تک محدود کر دیا جس سے توازن بگڑتا گیا۔ نو آبادیاتی دور میں مغربی طاقتوں نے ٹیکنالوجی اور سائنس کے زور پر مشرقی دنیا کو نہ صرف غلام بنایا بلکہ ان کے وسائل پر قبضہ کیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے انسان محض مشینوں کا غلام بنتا جا رہا ہے اور زندگی مصنوعی ہوتی جا رہی ہے۔ اس سائنسی ترقی سے سائنس اور علم کی قدر و قیمت تو تسلیم کی جا سکتی ہے مگر اخلاقیات، انسانیت اور خدا کا تصور جیسے اہم پہلوؤں کا کوئی تعلق نہیں۔ حبیب خان ریحان اس بارے لکھتے ہیں:

> "مذہب کے نمائندے اور ان کا جو کردار تھا اس سب کا نتیجہ یہی ہوا کہ مذہب اور علم و فکر میں
> خلیج واقع ہوئی اور آخر کار مذہب کو شکست اور علم و فکر کو کامیابی نصیب ہوئی۔"(12)

مغربی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت "قانون کی بالادستی" ہے۔ جسے علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں نے اپنے کلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ جن معاشروں میں قانون سب کے لیے یکساں ہو اور حکمران خود کو قانون سے بالاتر نہ سمجھیں وہی معاشرے فلاح پا سکتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک اسلامی عدل کا حقیقی عکس اج مغرب کے عدالتی اور سیاسی نظام میں دکھائی دیتا ہے حالانکہ اس کی جڑیں اسلامی تعلیمات میں پیوست ہیں۔ اقبال اس ضمن میں فرماتے ہیں:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی

اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو (13)

اقبال کا یہ شعر مسلم قوم کو ظالم کے خلاف آواز اٹھانے اور مظلوم کا ساتھ دینے کی دعوت دیتا ہے۔ اقبال بار بار مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنی اصل اسلامی تعلیمات یعنی عدل و انصاف کے سنہری اصولوں کو اپنائیں جو اب مغرب نے اپنا لیے ہیں۔ اکبر کی طنزیہ شاعری میں مغرب کی عدالتوں کا منظم اور غیر جانبدار رویہ مسلمانوں کے نظام انصاف کے مقابلے میں بلند نظر آتا ہے۔ اکبر الہ آبادی مغربی قانون پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

الجھنا زلف مغرب میں دکھاتی ہے وہ دنیا
مگر دینی مقاصد میں ہزاروں پیچ پڑتے ہیں (14)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں کا یہ ماننا تھا کہ مسلمان مغرب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہونے کے بجائے ان کے باطنی اصولوں کو اپنائیں۔ جو کبھی ان کی اپنی تہذیب کا سرمایہ تھے مگر مغرب نے انہیں نافذ کر کے آج دنیا میں سربلندی حاصل کر لی ہے۔ مسلمان جب تک دین اسلام کے مطابق عدل و انصاف کا نظام قائم نہیں کرتے تب تک وہ اس دنیا میں سربلند نہیں ہو سکتے۔

مغرب کی جامعات میں تحقیق کا جو کلچر موجود ہے وہ دراصل اقبال کے تفکر کے فلسفے سے ہم آہنگ ہے۔ اسلامی تعلیمات بھی تحقیق، غور و فکر اور علم کی جستجو پر زور دیتی ہے۔ اقبال اسی اسلامی اصول کو مغربی عمل میں دیکھ کر مسلمانوں کو اس راہ کی دعوت دیتے ہیں۔ اقبال مغربی سائنسی ایجادات جیسے انجینئرنگ، طب، آئی ٹی اور دیگر علوم کو عظیم فتوحات سمجھتے ہیں مگر ان کے اخلاقی زوال کو بھی بیان کرتے ہیں۔ اکبر مغربی سائنس کو مکمل طور پر رد نہیں کرتے بلکہ وہ اسے انسان کی تخلیقی معراج سمجھتے ہیں بشرطیکہ اس کا مقصد انسانیت کی خدمت ہو نہ کہ اس کی تباہی۔

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں نے مغربی تحقیق اور نظام تعلیم کے انداز کو بارہا سراہا جس نے علم و سائنس میں نئی ایجادات کیں۔ اقبال نے اگرچہ مشرقی روحانی اقدار پر زور دیا مگر وہ علم، تخلیق، تحقیق اور سائنسی ایجادات کو انسانیت کی فلاح کے لیے کارآمد سمجھتے تھے۔ اقبال اس ضمن میں فرماتے ہیں:

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ (15)

مغربی جامعات میں تخلیق، تحقیق، مشاہدہ، تجربہ اور تنقیدی سوچ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہی وہ

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

چیز تھی جو علامہ اقبال کو پسند آئی۔ اگر علم فقط نقل پر مبنی ہو تو وہ غلامی پیدا کرتا ہے لیکن جب وہ تفکر سے جڑا ہو تو تمدن کی تعمیر کرتا ہے۔ اکبر الہ آبادی اس نظام تعلیم کو طنز میں یوں پیش کرتے ہیں:

مشرق سے تجھے اگر ہوئی ہے نفرت
اللہ اکبرؔ نماز مغرب تو نہ چھوڑ (16)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی عورت کو معاشرتی اصلاح کی بنیاد قرار دیتے ہیں وہ چاہتے تھے کہ خواتین با اخلاق، باشعور اور تعلیم یافتہ ہوں۔ مغرب میں عورت کو جو سماجی کردار، آزادی رائے اور تعلیم دی گئی اقبال نے اسے جزوی طور پر سراہا۔ اقبال کی نظر میں مغرب کی عورتیں خدمت خلق، شعور اور تعلیم میں پیش پیش ہیں مگر ان کی آزادی اگر بے لگام ہو جائے تو وہ فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ عورت کو حیا اور شرافت کے پردے میں دیکھتے ہیں اور اعتدال کا راستہ دکھاتے ہیں۔ وہ عورت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس کی تعلیم اور عزت کو اہم جانتے ہیں۔ عورت کے بارے اقبال لکھتے ہیں:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں (17)

اکبر الہ آبادی اس فرق کو بیان کرتے ہوئے درحقیقت مسلم معاشرے میں خواتین کی علمی محرومی پر افسوس کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مغربی عورت کا فکری ارتقاء قابل تقلید ہے بشرطیکہ وہ حدود شریعت میں ہو۔ وہ اس پہلو کو ہلکے پھلکے طنز میں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے عورت کے بارے میں کہا کہ کالج کی تعلیم تو حاصل کی مگر دینی تعلیم سے دور۔ سیاست اور فلسفے کے اندر ایسے کھو گئی کہ اپنی گھریلو زندگی سے دور۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اکبر کے اس تصور بارے لکھتے ہیں:

"اکبر الٰہ آبادی ان مقاصد سے بخوبی آگاہ تھے اُنہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حاکم، محکوم قوم کے نفع کے لیے کبھی اقدام نہیں کرتے۔ اصلاحات کا مقصد ہمیشہ اپنی سلطنت اور مفادات کا استحکام ہوتا ہے۔" (18)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں مغرب کی عوامی فلاح کے شعور کو واضح کرتے ہیں اور یہ باور کراتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی اس نظام کو اپنانا چاہیے۔ مغرب میں سرکاری ادارے جواب دہی، شفافیت اور کارکردگی کے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

اصولوں پر مبنی ہیں۔ مشرقی تہذیب کو بھی ان اصولوں کو اپنانا چاہیے۔ حمید رضا صدیقی اپنی کتاب" اقبال کی سیاسی بصیرت"میں لکھتے ہیں:

> ”مادی بنیادوں پر قومیت کے تصور کو اپنایا جائے تو اس سے انسانیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور بنی نوع انسان مختلف قبیلوں، ٹکڑوں اور گروہوں میں بٹ جاتی ہے جو اسلامی تصور کے برخلاف ہے۔“(19)

اکبر ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ مغرب میں سرکاری ادارے کارکردگی اور دیانت داری کی وجہ سے کامیاب ہیں اور ان چیزوں سے دوری کی وجہ سے ہماری ریاست ناکام۔ ہمارے سرکاری اداروں کو بھی ان اصولوں کو اپنانا چاہیے تاکہ عام شخص کو بھی اس کی اجازت ہو کہ وہ احتساب مانگ سکے تب ہی مشرقی اقوام اپنا معیار قائم کرسکتی ہیں۔ اکبر اس نظام شفافیت کے بارے یوں رقم طراز ہیں:

نہ حالی کی مناجاتوں کی پروا کی زمانے نے
نہ اکبر کی ظرافت سے رکے یاران خود آرا (20)

اکبر کے کلام کے اندر انفرادیت موجود ہے۔ یہ انفرادیت دوسرے لوگوں سے ان کو منفرد کردیتی ہے۔ جو حقیقت ان کو نظر آئی انہوں نے اس کا بھرپور اظہار کیا۔ وہ اپنے معاشرے پر کڑی نظر رکھتے تھے خاص طور پر انہوں نے مغربی معاشرے پر طنز کیا۔ وہ بڑے سادہ انداز میں اپنے نظریات کو اخبار میں پیش کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار "اودھ پنچ" میں کیا۔ انہوں نے کوئی تقلیدی انداز نہیں اپنایا بلکہ انگریزوں پر براہ راست تنقید کے لیے طنز و مزاح کا منفرد انداز اپنایا۔ ان کا اخبار میں بڑا نام تھا۔ ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا اس بارے یوں لکھتے ہیں:

> ”اکبر الٰہ آبادی اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے طنز و مزاح کو شعوری طور پر کسی مقصد کے لیے استعمال کیا۔“(21)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں اپنے کلام میں بتاتے ہیں کہ مغرب کی تہذیب میں عوامی فلاح بنیادی نصب العین ہے اور اسلامی اصول بھی یہی ہے۔ دونوں شعراء کے نزدیک خدمت خلق اگر دل سے کی جائے تو یہی اصلی دین ہے۔ بیمار لوگوں کی مدد کرتے ہوئے ان کا سہارا بنا جائے۔ ان کے نزدیک مغرب نے جن اداروں کو انسانیت کی خدمت کے لیے استعمال کیا جیسے اولڈ ہومز، یتیم خانے، سماجی بہبود کے ادارے اور ریڈ کراس وہ اصل میں اسلامی

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

معاشرت کی عکاسی کرتے ہیں جو مسلمان ترک کر چکے ہیں۔

اقبال نے اگرچہ براہِ راست ماحولیاتی آلودگی پر کچھ نہ کہا ان کے اشعار میں زمین سے محبت، فطرت سے تعلق اور قدرت سے ہم آہنگی کا پیغام موجود ہے۔ وہ پیغام جو آج مغرب کی ماحولیاتی پالیسیوں میں عملی صورت میں نظر آتا ہے۔ اقبال اس ضمن میں یوں رقم طراز ہیں:

معلوم ہیں اے مرد ہنر تیرے کمالات
صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی ، نئی بھی
فطرت کو دکھایا بھی ہے ، دیکھا بھی ہے تو نے
آئینہ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!(22)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے کلام میں مغربی تہذیب و ثقافت کی حمایت ملتی ہے۔ مغرب نے قدرتی ماحول کے تحفظ کے لیے قوانین بنائے، شجرکاری کو فروغ دیا اور پلاسٹک پر پابندیاں لگائیں۔ یہ تمام اقدامات دراصل ایک مہذب شعور کی عکاسی ہیں۔ اکبر طنز و مزاح کے پردے میں حقیقت دکھاتے ہیں۔ ان کے اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ اکبر اس تہذیب کی قدر کرتے ہیں جو فطرت کو بچانے کے لیے کوشش کرے۔ یہ وہ تہذیب ہے جو آج مغرب میں زیادہ نظر آتی ہے۔

اکبر الہ آبادی کی طرح علامہ اقبال بھی ہمیشہ تعمیری تنقید کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک وہی معاشرہ ترقی کرتا ہے جہاں اختلاف کو دبایا نہیں جاتا بلکہ برداشت کیا جاتا ہے۔ مغرب میں یہ رویہ سیاسی مباحث، جامعات اور صحافت میں نمایاں ہے۔ وہ مغرب کی اس خوبی کو اجاگر کرتے ہیں جہاں نظریاتی تنوع اور علمی تنقید برداشت کیا جاتا ہے۔ مغرب میں احتسابی نظام، ریویو اور آڈٹ ریاست کی دیانتداری کی علامت ہے۔ خواجہ محمد زکریا اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ”انگریزوں نے ہندوستان میں افسر شاہی کا جو نظام قائم کیا ہے اس کی بنیاد رعب، خوف اور ٹھاٹ پر رکھی گئی۔ اعلیٰ افسروں کے پاس اتنے اختیارات تھے کہ لوگ ان سے خوف کھاتے تھے۔“(23)

اکبر الہ آبادی دراصل ہماری خارجی پالیسی کی کمزوری اور مغرب کی اصول پسندی کے درمیان فرق کو طنز و

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

مزاح کے پیرائے میں واضح کرتے ہیں۔ علامہ اقبال مغرب کی سائنسی ترقی کو ایک مثبت پہلو کے طور پر سامنے لاتے ہیں بشرطیکہ وہ انسانیت کی فلاح میں استعمال ہو۔ اکبر مغربی تہذیب و ثقافت کی حمایت میں لکھتے ہیں کہ وہ جو بولتے ہیں وہ سچ ہوتا ہے اور ان کو آئین و قانون کی اہمیت معلوم ہے اس پر سختی سے عملدرآمد کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو لوگ زبانی معاہدے کر لیتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ قانون اور آئین کو محض کتابوں کی حد تک رکھا جاتا ہے اور اس پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اکبر اس بارے میں لکھتے ہیں:

آئین بھی بدلتے ہیں نیت کے ساتھ روز
امید بے اصول سے اب دل نفور ہے (24)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں نے مغربی تہذیب کی نہ اندھی تقلید کرنے کی تلقین کی نہ اندھی مخالفت۔ ان کے کلام میں جہاں مغرب کی بے روح مادہ پرستی پر تنقید ہے وہیں مغرب کے مثبت پہلوؤں یعنی شہری شعور، دیانت داری، جمہوریت، تحقیق، قانون کی حکمران، سچائی، تعلیم اور خواتین کی ترقی کی واضح حمایت بھی۔ دونوں شعراء نے مغربی تہذیب کے وہ پہلو جو انسانی فلاح اور تربیت سے جڑے ہیں نہ صرف ان کی حمایت کی بلکہ مسلمانوں کو انہیں اپنانے کی دعوت دی۔

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی مغربی تہذیب و ثقافت کو ایک ایسی ترقی یافتہ عمارت تصور کرتے ہیں جس کی بنیاد مادیت پر ہے لیکن اس کی روحانی اقدار ناپید ہیں۔ دونوں شعراء نے اس تہذیب کو چمکدار مگر کھوکھلا اور زہر آلود قرار دیا۔ اقبال کے نزدیک مغرب کی ترقی انسان کو مشین بنا چکی ہے جس میں روحانیت دل اور احساس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اقبال اس بارے یوں لکھتے ہیں:

بے کاری و عُریانی و مے خواری و اِفلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیّت کے فتوحات (25)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں کے نزدیک مغربی تہذیب نے ظاہر پرستی اور مادہ پرستی کو ترقی کا پیمانہ بنا دیا ہے اور یہی اس کی بنیادی خامی ہے۔ اکبر طنز و مزاح کے پیرائے میں مغربی معاشرت پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مغرب نے جسم کی آزادی تو حاصل کی مگر روح کو قید کر لیا۔ انسان مشین بن چکا ہے اور ہر جگہ مشین کا راج ہے اور وہ مشینوں کی قید میں چلا گیا۔ اس بارے اکبر لکھتے ہیں:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

انجن آیا نکل گیا زن سے
سن لیا نام آگ پانی کا (26)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں مغربی جمہوریت کو محض سرمایہ داروں کا کھیل اور نمائش سمجھتے ہیں۔ دونوں کے نزدیک جمہوریت عوام کو محض ووٹ کا حق دے کر غلام بناتی ہے۔ جمہوریت وہ طریقہ ہے جس سے لوگوں پر سرمایہ داری کے ذریعے حکومت کی جاتی ہے۔ اس جمہوریت میں دین اور مذہب کا کوئی کردار نہیں ہوتا نہ ہی اس کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اقبال کے نزدیک جمہوریت چند لوگوں کی سرمایہ داری کا نظام ہے۔ وہ جمہوریت کو پسند نہیں کرتے وہ اسلامی شوریٰ کو پسند کرتے ہیں۔ اقبال اس بارے یوں لکھتے ہیں:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے (27)

اکبر مغربی جمہوریت کو پسند نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک جمہوریت کی وجہ سے لوگ انقلاب کی باتیں کرتے ہیں مگر ہوتا کچھ نہیں ہے۔ وہ اسے گمراہی قرار دیتے ہیں۔ اکبر کے نزدیک سائنسی ترقی محض ایک سحر ہے کیونکہ سائنس کے نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور ہر انقلاب فرسودہ۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

تعجب انقلابوں کا ہے کیا اس دورِ گردوں میں
یہاں تو رات دن ہے شب کا دن اور دن کا شب ہونا (28)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے نزدیک سیاست جب دین سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے وقعت نہیں رہتی۔ دین سے لوگ تہذیب سیکھتے ہیں اور تہذیب ہی انسان کو انسان بناتی ہے۔ اقبال تہذیب کو بہت اہمیت دیتے ہیں خاص طور پر سیاست میں تہذیب ہی سب کچھ ہے۔ اگر سیاست کو دین سے علیحدہ کر لیا جائے تو اس کی کوئی وقعت نہیں۔ اقبال اس بارے یوں رقم طراز ہیں:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی (29)

اکبر الہ آبادی مغرب کے مذہبی افکار کو مخصوص طنزیہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ خدا صرف ان کے لیے گرجے میں موجود ہے باقی وہ مال و دولت کی چاہ میں تگ و دو کرتے ہیں۔ مسلمان خدا کو حاضر و ناظر مان کر تمام تر

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

دعائیں اسی سے مانگتے ہیں۔ وہ مسلم قوم کو واپس دین کی طرف آنے اور ہر وقت اطاعت الٰہی واطاعت رسول کی دعوت دیتے ہیں۔ اکبر اس بارے لکھتے ہیں:

اے شیخ جب نکیل نہیں دستِ قوم میں
پھر کیا خوشی جو اونٹ ترے ریل ہو گئے (30)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں مذہب کو زندگی کا راہنما مانتے ہیں اور مغرب میں اس کے افکار کو روحانی بحران کا پیش خیمہ گردانتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک حسن اگر حیا سے خالی ہو تو وہ شیطان کا آلہ بن جاتا ہے۔ اکبر نے طنزیہ لہجے میں فیشن کے نام پر ہونے والی بے حیائی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کے نزدیک مغربی تہذیب میں عریانی تہذیب کا حصہ بن گئی ہے اور کوئی بھی اس پر اعتراض نہیں کرتا اور اگر مشرقی لباس پہنا جائے تو دقیانوسی انسان کہلاتا ہے۔ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں لوگ سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ جس تہذیب میں حیا نہ ہو وہ صرف بدن کی نمائش ہے روح کی روشنی نہیں۔ دونوں شعراء مغرب کی بے پردگی، فحاشی اور عریانی کو تہذیب نہیں بلکہ ایک مہذب زوال سمجھتے ہیں۔

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں کے نزدیک مغرب کی تہذیب نے فرد کو مادہ پرست، خود پرست اور تعلقات سے کٹ کر تنہا بنا دیا ہے اور یہی روحانی زوال کا سبب ہے۔ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ مغرب نے خدمت خلق کو ایک کاروبار بنا دیا ہے۔ جہاں خیراتی تنظیمیں، امدادی اور رفاہی ادارے موجود تو ہیں مگر اقتصادی، سیاسی اور اشتہاری نوعیت کے۔ اکبر نے طنز کے پیرائے میں یوں بیان کیا ہے کہ خدمت صرف دکھاوے کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ دونوں شعراء اخلاص کو انسانی خدمت کی بنیاد مانتے ہیں مگر مغرب کی مادی تہذیب اس سے خالی ہے۔ دونوں کے نزدیک مغربی تہذیب نے باطنی طہارت، روحانیت اور ذکر خدا کو ترک کر کے صرف ظاہری چمک دمک کو اپنا لیا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اس بارے یوں رقم طراز ہیں:

"انگریزوں کا ایک بڑا مقصد لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں سے غافل کرنا تھا کیونکہ آباؤ اجداد کے افسانے میں محکوموں کو جوش اور جذبے کو زندہ رکھتے ہیں۔"(31)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی سائنس کے مخالف نہیں بلکہ بے روح سائنسی ترقی کے ناقد ہیں۔ جس کا مقصد محض تسخیر کائنات ہے نہ کہ تسخیر نفس۔ مغرب میں سائنس نے خدا کو پس پشت ڈال دیا اور انسان کو مشین بنا دیا۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

دونوں کے نزدیک علم وہی ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے نہ کہ فقط طاقتور۔اقبال کے نزدیک مغرب میں تفریح اخلاقی بے حسی اور ذہنی غفلت کا ذریعہ بن چکی ہے۔ان کے نزدیک یہ تفریح صرف وقتی طور پر مسرت فراہم کرتی ہے مگر اخلاقی وروحانی اقدار کو مجروح کر دیتی ہے۔اقبال اس بارے میں لکھتے ہیں:

آزاد فکر سے ہوں، عُزلت میں دن گزاروں
دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو (32)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں مغرب کے امن کے دعوؤں کو ایک منافقانہ چال تصور کرتے ہیں۔ان کے نزدیک یہ امن اصل میں جنگی اتحاد، اسلحہ سازی اور کمزور اقوام پر فوجی وسیاسی غلبہ کا دوسرا نام ہے۔دونوں شعراء کے نزدیک وہ امن جو کمزور کو دبانے کے لیے ہو وہ امن نہیں بلکہ استبداد ہے اور یہی مغربی تہذیب وثقافت کا اصلی چہرہ ہے۔اکبر کے نزدیک ایسی تفریح جو فکری بیداری پیدا نہ کرے وہ صرف غفلت کا زہر پلاتی ہے اور مغربی تہذیب میں یہ عام ہے۔اکبر طنزیہ انداز میں اس بارے یوں لکھتے ہیں:

سدا سرحد پہ حاجت ہے رفل کی اور کاٹھی کی
چلی جاتی ہے گستاخی بغندے خاں کی لاٹھی کی (33)

مغربی تہذیب وثقافت کا جب مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ محض ظاہری آسائشوں میں گھر کر بھی مطمئن نہیں کیونکہ دل کا سکون کسی مادی شے سے نہیں بلکہ اخلاقی زندگی، تعلق باللہ اور ایک اعلیٰ مقصد سے حاصل ہوتا ہے۔اسلام ایک متوازن زندگی کی تعلیم دیتا ہے جس میں روحانی، عقلی اور جسمانی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے دلوں کے اطمینان کو صرف اللہ کے ذکر سے وابستہ کیا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (سورۃ الرعد، آیت 28)

ترجمہ: سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

مغربی تہذیب نے انسان کو خدا سے تو الگ کیا ہی ہے مگر وہ اپنی آخرت کی ذمہ داری، حقیقت اور مقصد حیات سے بھی غافل ہو گیا اور یہی غفلت اسے منتشر، پریشان اور بے مقصد بناتی ہے۔مغربی تہذیب ایک متنوع نظام فکر و عمل ہے۔جس نے نہ صرف دنیا کو بے شمار سیاسی، تعلیمی اور سائنسی ترقیات سے روشناس کرایا اور فرد کو خود مختار بنایا بلکہ قانون کی بالادستی، جمہوریت اور انسانی حقوق جیسے تصورات کو فروغ دیا اور انسان کو تحقیق و علم کی نئی راہیں

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

دکھائیں۔

مغربی تہذیب و ثقافت کے اثرات ہمارے سیاسی نظام اور میڈیا کے بعد تعلیمی اداروں اور معیشت پر پڑ رہے ہیں اس لیے ان کو ایسا ہونا چاہیے جو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں مگر اپنی تہذیبی بنیادوں پر قائم و دائم۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مغرب کے سائنسی و تعلیمی نظام کو اختیار کریں مگر ان کے مفاد پرستانہ، لادین اور اخلاق سے عاری رویوں سے بچیں۔ تہذیب و ثقافت صرف ٹیکنالوجی، لباس اور عمارتوں کا نام نہیں بلکہ یہ ایک روحانی فکری اور اخلاقی نظام کا نام ہے۔ اگر ہم مغربی تہذیب سے صرف ظاہری ترقیات لے کر اپنی اصل اقدار کو بھول جائیں گے تو نہ صرف ہم اپنی شناخت کھو دیں گے بلکہ ایک ایسے بحران میں مبتلا ہو جائیں گے جہاں سے واپسی دشوار ہو گی۔ سید قدرت نقوی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"علم معرفت مذہبی اقدار کی بقا اور ذہنی انسان کی تہذیب و جِلا کر ذریعہ وسیلہ ہے۔"(34)

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں اپنے کلام میں مسلمانوں کو درس دیتے ہیں کہ مغربی تہذیب و ثقافت کا مطالعہ تنقیدی بصیرت کے ساتھ کیا جائے نہ صرف مرعوبیت اور تقلید کے تحت۔ ہمیں مغرب کی ترقیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اخلاقی، تہذیبی اور دینی اقدار کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اسلامی تہذیب نے ہمیشہ روحانیت، توازن، عدل، علم اور فلاح انسانیت کا پیغام دیا ہے یہی پیغام آج بھی ہماری راہنمائی کر سکتا ہے۔

مغربی تہذیب اس قدر ہم پر حاوی ہو چکی ہے کہ ترقی اور جدیدیت کے سفر میں مسلمان قوم اپنی اخلاقی اور روحانی اساس کو فراموش کرتے جا رہے ہیں حالانکہ یہی ہمارے لیے فلاح اور کامیابی کا راستہ ہے۔ علامہ اقبال اور اکبر کا متفقہ پیغام ہے کہ معیشت اگر انسانیت، دین اور اخلاق سے خالی ہو جائے تو وہ صرف بے سکونی فتنہ اور حرص پیدا کرتی ہے۔

علامہ اقبال اور اکبر کی شاعری ایک فکری محاذ ہے جو مغربی تہذیب و ثقافت کی ظاہری چمک دمک کے پیچھے چھپے بحرانوں، تضادات اور زوال کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس تفصیلی تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مغربی تہذیب کا بحران محض سیاسی یا مذہبی نہیں بلکہ تعلیمی، معاشی، اخلاقی، روحانی اور تہذیبی میدان میں ہمہ گیر اور گہرا ہے۔ اقبال کی فکر خودی دین، روحانیت اور ملت کے گرد گھومتی ہے۔ وہ مغرب کی مادہ پرستی، دین سے بیزاری اور اقلیت پرستی کو تہذیب انسانی کے لیے زہر ہلاہل تصور کرتے ہیں۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے نزدیک مغرب کی ترقی وہ ترقی نہیں جو انسان کو انسان بناتی ہے بلکہ وہ اسے روح سے خالی، دنیا کا غلام اور مشین کا پرزہ بنا دیتی ہے۔اکبر الہ آبادی کی ناصحانہ اور طنزیہ شاعری مغرب کی نقالی، دینی روایات سے دوری اور تقلیدِ محض پر ایک استہزائیہ آئینہ ہے۔ ان دونوں عظیم شعراء کے اشعار علم کے نام پر الحاد، انصاف کے نام پر ظلم اور تہذیب کے نام پر آزادی نسواں کی وہ حقیقت دکھاتے ہیں جو مغرب نے اپنے لبادے میں چھپا رکھی ہے۔دونوں کی فکر اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ مغربی تہذیب اگرچہ مادی، سیاسی اور سائنسی سطح پر دنیا کو تبدیل کرنے میں کامیاب رہی ہے لیکن اس نے انسان کی اصل یعنی اس کے عقیدے، اخلاق اور روح کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مشرق نے مغرب کی اندھی تقلید کی تو وہ نہ صرف اپنی شناخت، تہذیب اور دین سے دور ہو جائے گا بلکہ اخلاقی و روحانی طور پر بھی اپنی شناخت کھو دے گا۔اس کا حل صرف فکری خودی، روحانی بیداری اور رجوع الا اللہ میں پوشیدہ ہے۔دونوں کی شاعری آج بھی زندہ ہے اور ان کی فکر آج کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ان کا پیغام ہے کہ مغرب کی ہر نقل میں فلاح اور ہر چمک میں ترقی نہیں بلکہ اصل فلاح فکر، روح، دین اور اطاعت الٰہی واطاعت رسول ﷺ میں ہے۔

کلام علامہ اقبال و اکبر الہ آبادی اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں شعراء نہ صرف اپنے دور کے تہذیب و ثقافت کے نقاد تھے بلکہ وہ ایسے مصلح تھے جنھوں نے مغربی تہذیب و ثقافت کی اندھی تقلید سے ہٹا کر مشرق کو اندھیرے سے نکالنے کے لیے چراغ جلایا۔ان کی شاعری محض الفاظ نہیں بلکہ ایک فکری جہاد ہے جو آج بھی مغربی تہذیب و ثقافت کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

حوالہ جات وحواشی

1۔ احمد دہلوی، سید، مولوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1967)، ص651

2۔ عباس، مظفر، اسلامی تہذیب اور اردو شاعری (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 1990ء) ص8

3۔ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء (کراچی: مکتبہ دانیال، 1989ء)، ص11

4۔ صفدر حسین، سید، ڈاکٹر، لکھنو کی تہذیبی میراث (لکھنو: اردو پبلشرز تلک مارگ، 1978ء)، ص105

5۔ اقبال، محمد، کلیات اقبال (اردو) (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2018ء) ص626

6- EB Tylor, Ancient Culture: An Inquiry into the Development of Mythology, Philosophy, Religion, Art, and Customs ,[New York: Gordon Press. (1871,1974)], P 113

7- Jackson, Y. (Ed.), "Encyclopedia of multicultural psychology", (SAGE Publication,2006), P 203

8۔ لغت، قومی انگریزی اردو، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2006ء)، ص500

9۔ آغا، وزیر، کلچر کے خدوخال (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2009ء) ص15

10۔ ایضاً، ص70، 69

11۔ ذکی، محمد، مغربی تہذیب آغاز وانجام (علی گڑھ: شعبہ تاریخ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، 1971ء)، ص4

12۔ خان، ریحان، حبیب، مغربی تہذیب انحطاط اور علاج (بھوپال: اطہر حبیب ریحان ندوی، 1999ء)، ص24

13۔ اقبال، محمد، کلیات اقبال (اردو)، ص634

14۔ کلیات اکبر الہ آبادی، مرتبہ، محمد زکریا، خواجہ، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، چوک پرانی انار کلی، لیک روڈ، 2022ء)، ص321

15۔ اقبال، محمد، کلیات اقبال (اردو)، ص592

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 42, Issue No. 1, June 2026

16۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص204
17۔ اقبال، محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص606
18۔ محمد زکریا، خواجہ، اکبر الٰہ آبادی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2021ء) ص154
19۔ صدیقی، حمید رضا، اقبال کی سیاسی بصیرت (ملتان: بیکن بکس، 2005ء) ص62
20۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص743
21۔ محمد زکریا، خواجہ، اکبر الٰہ آبادی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص213
22۔ اقبال، محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص632
23۔ محمد زکریا، خواجہ، اکبر الٰہ آبادی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص143
24۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص570
25۔ اقبال، محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص432
26۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص73
27۔ اقبال، محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص661
28۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص99
29۔ اقبال، محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص378
30۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص653
31۔ محمد زکریا، خواجہ، اکبر الٰہ آبادی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص155
32۔ اقبال، محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص78
33۔ محمد زکریا، خواجہ، کلیاتِ اکبر الٰہ آبادی، ص424
34۔ نقوی، سید قدرت، اکبر کی دور بینی، مشمولا نگار، مدیر: فرمان فتح پوری، (کراچی: ادب عالیہ، 1969ء) ص163

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/